

کے اپنے وجود کے اظہار کے سوا اور کچھ نہیں۔ ”کریگگارڈ نے مروجہ عیسائیت پر شدید کٹکتہ چینی کی۔ لوپن ہاگن کے عیسائی سماج میں یہ گویا خداوند کے مقدس نمائندوں کے خلاف کھلی بغاوت تھی۔ اہل کلیسا نے اسے آڑے ہاتھوں لیا۔ اور اس سے مناظرے اور مجادلے کا بازار گرم کر دیا پادریوں نے رسائل اور اخبارات میں کریگگارڈ کے خلاف حمائے قائم کر لیا۔ ”کریگگارڈ اپنے بارے میں اس زمانے میں کہا کرتا تھا۔ ”میں ایک ایسا شہید ہوں جسے وطن و وطن سے قتل کیا گیا ہے۔“ اس نے اپنے فلسفے کی بنیاد ہیگلی نظریات کی تردید پر رکھی ہے۔ تاہم میں اپنے مطالعے سے اس رائے پر پہنچا ہوں کہ اس نے ہیگل کے فلسفے کے جس قدر حصے کو مسترد کیا ہے اس سے کہیں بڑے حصے کو اپنایا ہے۔ ”کریگگارڈ کے ذہن پر عظیم مابعد الطبیعیاتی فلسفی ہیگل کے اثرات ظاہر و باہر ہیں۔ اس نے ہیگل کی اصطلاحات کا ایک بڑا حصہ ذہنی وراثت کے طور پر حاصل کیا تھا۔ اگرچہ یہ بات بلا خوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ آخری تجربے میں ہیگل اعلیٰ ترین کلیت اور اپنی عالمی تاریخ کی منطق پر فرد کو بحیثیت ذی اختیار و صاحب ارادہ ہستی قربان کر دیتا ہے۔ فرد کی حیثیت اس کے نظام فکر میں سمندر میں ایک قطرے کی حیثیت ہو کر رہ جاتی ہے۔ ”کریگگارڈ نے اس کے خلاف بغاوت کرتے ہوئے کہا کہ ہیگلی فکر عملی زندگی میں کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ محض خیال کا فلسفہ فرد موجود کے لئے ایک موہوم تصور سے زیادہ اہم نہیں۔ خیال محض کی راہنمائی میں زندگی بسر کرنا ایسا ہی ہے جیسے یورپ کے ایک نقشے کی رہبری میں ڈنمارک کی سیر کرنا جس پر اسے ایک نقطے جتنا دکھایا گیا ہو۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ ناممکن۔۔۔۔۔

ہیگل اور اس کے متبعین کی معروضیت پسندی اور کلیت کی جستجو کے برعکس کریگگارڈ کے نزدیک فلسفہ ایک طرز حیات ہے۔ جس کی اساس انسان کے ذاتی تجربے اور اس کے تاریخی ماحول پر ہونی چاہئے عقل انسان کی راہنمائی ہو سکتی اس کا وظیفہ صرف یہ ہے کہ ہمارے اعمال کا جواز پیش کرے۔ اس نے اپنی متعدد تصانیف میں یہ تصور پیش کیا کہ صداقت موضوعی ہے اور سچا وجود شدت احساس سے حاصل ہوتا ہے۔ اس نے ایک فرد کی زندگی کو تین اقسام میں پیش کیا ہے اور ہر قسم حیات کی نمائندگی خوبصورت اور باریک بینی سے وضاحت کی ہے۔

۱۔ جمالیاتی دور یا قسم (۲) اخلاقی دور (۳) مذہبی دور

جمالیاتی طرز حیات لاپرواہی اور عیش کوشی کا طرز عمل ہے۔ یہ ان لوگوں کا رویہ ہے جن کی زندگی معین اخلاقی اصولوں اور ضابطوں سے عاری ہونے کی بنا پر تسلسل و ہم آہنگی سے محروم ہوتی ہے۔ جمالیاتی فرد کا نصب العین اس کے جلی تقاضوں اور ہنگامی ضرورتوں کی براہ راست تکفیل ہوتی ہے۔ نتیجتاً اس قسم کے فرد کی زندگی اہمیت و معنویت سے قطعاً محروم ہوتی ہے وہ شخص جو ذہن صالح کا مالک ہوتا ہے، جلد ہی اس طرح کی زندگی سے اکتا جاتا ہے۔ چنانچہ بعض افراد اہمیت اور فکر و

تدریج سے کام لے کر اخلاقی سطح پر بسر کی جانے والی زندگی تک ابھر آتے ہیں۔ اس سطح پر آوارہ و سرگرداں فرد کائناتی اخلاقی ضابطے کو تسلیم کر لیتا ہے جس سے اس کی زندگی توازن و توازن سے ہم آغوش ہوتی ہے۔ گوئی الحال ذات باری تعالیٰ سے اس کا تعلق استوار نہیں ہوتا۔ اس قسم یادور حیات میں انسان ایسی پابندیاں قبول کر لیتا ہے جیسے معاشرے، روایت اور قانون کی تائید حاصل ہوتی ہے۔ یہ زندگی منظم سماجی روایت کو تسلیم کرنے اور زن و مرد کے جذبات و تعلق میں استقلال کی نشوونما میں معاون ہوتی ہے۔ اس سطح زندگی کی ایک نمایاں خصوصیت یہ بھی ہے کہ فرد اپنی نئی زندگی کی حدود سے ماوراء ہو کر اپنی جزئی ہستی میں کلیت کو محسوس کرنے لگتا ہے۔ مگر بالآخر یہ مرحلہ بھی محدود ثابت ہوتا ہے۔ فرد کمال خودی کا متلاشی ہے اخلاقی دور میں یہ آرزو پروان نہیں چڑھتی۔ یوں تیسرے مرحلے کی ضرورت پیش آتی ہے جسے کیر کی گارڈ نے "مذہبی مرحلہ" کا نام دیا ہے۔ اس نظریے کے مطابق مذہبی دور کسی تجربی کائناتی ضابطے کی بجائے خدا کے حضور سرسجود ہوتا ہے وہ اپنے تئیں مخلوق تصور کرتے ہوئے خدا کے حضور اس کی بندگی کا اقرار کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ اخلاقی قانون سے ماوراء ہو جاتا ہے حضرت ابراہیم کی قربانی اس کی روشن مثال ہے جنہوں نے تورات کی روایت کے مطابق اپنے بیٹے احق کو قربان کرنے کی کوشش کی تھی۔ اخلاقی قانون کی رو سے قتل ایک جرم ہے۔ تاہم انہیں بخوبی علم تھا کہ مذہب اور رب کا رشتہ اخلاقی قانون کا پابند نہیں۔ یہ اس سے ماوراء اور اعلیٰ تر ہے۔ خدا کے ساتھ اس ایمانی تعلق کے اثبات ہی سے انسان کو عرفان ذات حاصل ہوتا ہے۔

کیر کی گارڈ کا خیال یہ ہے کہ زندگی کے ان تینوں ادوار میں جدلیاتی عمل موجود ہے لیکن یہ عقلی نہیں، وجودی جدلیت ہے۔ یعنی ان ادوار کے مابین حائل فاصلے کو عقل و استدلال کی مدد سے طے نہیں کیا جاسکتا۔ یہاں عقل کو چارہ کار نہیں۔ اگرچہ یہ نہ سمجھا جائے کہ وہ عقل کو کلی طور پر مسترد کر دیتا ہے۔ وہ صرف عقل سے بڑھی ہوئی عقل پرستی کا مخالف ہے۔ وہ بجا طور پر کہتا ہے کہ عقل ہمیں ایمان کی حد تک لے آتی ہے لیکن آگے چھلانگ لگانے یا نہ لگانے کا فیصلہ ہر فرد کو خود کرنا ہے۔ اس مرحلے پر کوئی دوسرا فرد، روایتی مذہب، رسم و رواج، یا عقلی دلائل رہبری نہیں کر سکتے۔

طور بالا سے آپ پر بخوبی واضح ہو گیا ہو گا کہ عصر حاضر میں یورپ کے دواہم فلسفی مذہبی معتقدات کے بارے میں بالعموم اور ذات و وجود باری تعالیٰ کے بارے میں بالخصوص عقل و تفکر کی نارسائیوں کے قائل ہیں۔ اور مذہب کے باب میں اخلاقی فریضت کے احساس اور اندرونی نفسیاتی کیفیات کی اہمیت پر زور دیتے ہیں اور اس طرح جدید فکر کی دواہم شخصیتیں علم و ادراک باری تعالیٰ کے بارے میں اسی موقف کی تائید کرتی ہوئی معلوم ہوتی ہیں جو ہمیں اپنے دین سے ملتی ہیں اور جنہیں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے قول میں اس طرح ادا کیا ہے: العجز عن درک الذات ادراک اور

(باقی صفحہ ۴۳)

منشور اسلام

(۵)

غلط نصب العینِ محبت نے کسے خطراتِ زندگی اور اسکی اقدار کے متعلق غلط نقطہ نظر

(۱) جب کوئی فرد یا کوئی قوم انبیاء کی دعوت کو نظر انداز کر دے اور کسی غلط نصب العین سے محبت کرنے لگ جائے تو اس حالت کو اسلام کی اصطلاح میں کفر کہا جاتا ہے۔

نصب العینوں کی جن خصوصیات کا ذکر اوپر کیا گیا ہے اُن سے آشکا ہے کہ کسی غلط نصب العین کی محبت یا کفر کی حالت اس فرد یا قوم کے لیے جو اسے اختیار کرے نہایت ہی خطرناک نتائج پیدا کرتی ہے۔ مختصر طور پر نتائج حسب ذیل ہیں:-

(۱) چونکہ ایک غلط نصب العین دراصل حسن کی تمام صفات سے عاری ہوتا ہے اور اس کا چلنے والا ان صفات کو اس کی طرف محض ایک غلطی کی بنا پر منسوب کر رہا ہوتا ہے لہذا جو فرد اس سے محبت کرتا ہے وہ اس کی صفات کو اپنی عملی زندگی میں اُجاگر کرتے ہوئے انسانی زندگی اور اس کی اقدار کے متعلق ایک غلط نقطہ نظر پیدا کر لیتا ہے۔ حسن، خبر اور صداقت کے لیے اس کی فطرت کا جذبہ محبت پوری آزادی کے ساتھ اور مکمل طور پر اپنا اظہار نہیں پاسکتا کیونکہ اس کا ناقص نصب العین جو ان صفات سے عاری ہوتا ہے ان کے اظہار کے ساتھ مزاحمت کرتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عدل، دیانت داری، سچائی، مساوات، آزادی، نیکی اور اخوت ایسی اخلاقی اقدار کے صحیح تقاضوں کے متعلق اس کے اندازے اور فیصلے غلط ہوتے ہیں۔ وہ اپنی غلط قسم کی محبت سے نادانستہ طور پر اور ایک غیر محسوس طریق سے مجبور ہوتا ہے کہ ان

اصطلاحات کو غلط اور محدود اور تنگ نظرانہ معنی پہنائے اور لہذا ان کو اخلاق کے بلند معیار سے نیچے گرا کر شرانگیزی کا ذریعہ بنائے۔ وہ ان اوصاف کے صحیح مطالبات کو عملی طور پر نظر انداز کرتا ہے اپنی بہترین نیتوں اور بہترین کوششوں کے باوجود اس کے افعال غلط مقاصد کے لیے صادر ہونے لگتے ہیں۔ اس کے فکر و عمل کی قوتیں جن پر اس کا غلط نصب العین حکمران ہوتا ہے۔ غلط طور پر کام کرتی ہیں اور غلط نتائج پیدا کرتی ہیں۔ وہ اس چیز سے نفرت کرتا ہے جو درحقیقت قابل ستائش اور لائق محبت ہوتی ہے اور اس چیز سے محبت کرتا ہے جو درحقیقت زشت نامحسوس ہوتی ہے۔ اشیاء کے متعلق اس کا زاویہ نگاہ بگڑ جاتا ہے اور اشخاص اور حقائق کے متعلق اس کا خیال ٹھوکریں کھانے لگتا ہے۔ اپنی غلط محبت کے دباؤ کی وجہ سے نہ وہ ٹھیک طرح سے دیکھ سکتا ہے نہ سن سکتا ہے نہ سوچ سکتا ہے نہ بول سکتا ہے اور نہ کام کر سکتا ہے اور پھر سب سے بڑی مصیبت یہ ہوتی ہے کہ وہ ایک ایسی غفلت کے عالم میں ہوتا ہے کہ اسے اپنی ان کوتاہیوں اور مجبوریوں کا قطعاً کوئی علم نہیں ہوتا وہ گویا ایک حیوان کی طرح ہوتا ہے جسے اس کا غلط نصب العین جس طرف چاہے ہانک کر لے جاتا ہے بلکہ حیوان بھی اتنا گمراہ نہیں ہوتا کیونکہ وہ بھی قدرت کی عطا کی ہوئی جبلتوں کے مطابق عمل کرتا ہے اور اس کا عمل قدرت کے مقاصد سے ہٹا ہوا نہیں ہوتا۔

لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا
وَلَهُمْ آذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْإِنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ
أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ۝

(الاعراف: ۱۷۹)

ان کے دل ہیں جن سے سوچتے نہیں اور ان کی آنکھیں ہیں جن سے دیکھتے نہیں۔ اور ان کے کان ہیں جن سے سنتے نہیں۔ وہ حیوانات کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ۔ یہی لوگ ہیں جو اپنی گمراہی سے بھی بے خبر ہیں۔

چونکہ نصب العین انسان کے فعل کا سرچشمہ ہے اور اس کی قدر و قیمت کو معین کرتا ہے لہذا انسان کا ہر فعل اتنا ہی اچھا یا بُرا ہوتا ہے جتنا کہ وہ نصب العین اچھا یا بُرا ہوتا ہے جس سے وہ صادر ہوتا ہے لہذا ظاہر ہے کہ اس شخص کا کیرکڑ بھی حقیقی طور پر عمدہ یا بلند نہیں ہو سکتا جو ایک ناقص اور غلط نصب العین سے محبت کر رہا ہو۔ مثلاً جس شخص کا نصب العین کوئی قوم ہو جو کسی خاص خط زمین میں بس رہی ہو اور اپنے چمڑے کی ایک خاص رنگت رکھتی ہو اور ایک خاص نسل سے تعلق رکھتی ہو اور ایک خاص زبان بولتی ہو۔

اس کا تصور صداقت یا عدل یا حریت یا مساوات کبھی اتنا وسیع نہیں ہو سکتا کہ اُن لوگوں پر بھی حاوی ہو جائے جو اس ملک یا رنگ یا نسل یا زبان سے تعلق نہ رکھتے ہوں۔ وہ سمجھتا ہے کہ صداقت، عدل، حریت یا مساوات کا کوئی ایسا تصور اس کی محبت یا کوشش کے لائق نہیں جو اس کی اپنی قوم کو چھوڑ کر کسی دوسری قوم کو فائدہ پہنچاتا ہو یا اس کی اپنی قوم کے مفاد کی قیمت پر کسی دوسری قوم کی عظمت کا اتہام کرتا ہو۔

خدا کی محبت صرف ایک ہی سرچشمہ ہے جس سے اخلاقی اقدار کی محبت جو انسان کی فطرت میں ہے وہ قوت حاصل کر سکتی ہے جو ان اقدار کو جا عمل پہنانے کے لیے درکار ہوتی ہے۔ جو شخص کسی غلط اور ناقص نصب العین سے محبت کر رہا ہو وہ بھی ہر گیز اخلاقی اصولوں سے مطابقت رکھنے والے عمدہ اخلاقی عمل کی فطری خواہش تو رکھتا ہے لیکن اس کی یہ خواہش اس کی غلط محبت سے دب جاتی ہے اور لہذا وہ اس کے تقاضوں کا صحیح ادراک یا اُن کی صحیح ترجمانی نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف غلط نصب العینوں کے چاہنے والے اس بات پر اتفاق نہیں کر سکتے کہ صداقت، عدل، حریت اور مساوات ایسی اصطلاحات کا صحیح مفہوم کیا ہے اور وہ کس قسم کے عمل کا تقاضا کرتی ہیں اور ایسی حالت میں جب کہ وہ ایک دوسرے کے گلے کاٹ رہے ہوتے ہیں۔ نہایت اخلاص اور دیانت داری کے ساتھ یہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ ان اخلاقی اقدار کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے قربانیاں پیش کر رہے ہیں جن پر یہ اصطلاحات دلالت کرتی ہیں۔

غلط اور ناقص نصب العین کی محبت مکمل ہو سکتی ہے مستقبل طور پر قائم ہو سکتی ہے

(۲) ایک ایسے شخص کی محبت جو کسی غلط اور ناقص نصب العین کو اختیار کر لیتا ہے نہ تو اپنے مکمل کمال پر پہنچ سکتی ہے اور نہ ہی تا دیر قائم رہ سکتی ہے۔ کامل اس لیے نہیں ہو سکتی کہ وہ حسن، خیر اور صداقت کے لیے اس کے فطری جذبہ محبت سے جو اسے مطلق اور عالمگیر اخلاقی اصولوں کے مطابق عمل پر اکساتی ہے مطابقت نہیں رکھتی اور اندر ہی اندر اس کے ساتھ متضاد ہوتی رہتی ہے لہذا وہ اپنی غلط محبت کی وجہ سے اپنے اس فطری جذبہ محبت کی مکمل تشفی نہیں کر سکتا اس کے

علاوہ جس کے وہ اوصاف جن کی موجودگی کا وہ شعوری احساس نہیں رکھتا اور جن کو وہ اس کی نظر فقط اپنی غلطی کو مکمل کرنے کے لیے بلاوجہ اور غیر شعوری طور پر منسوب کر رہا ہوتا ہے۔ اس کی محبت کی نشوونما میں ایک رکاوٹ پیدا کرتے ہیں اور اسے ایک خاص حد سے آگے بڑھنے نہیں دیتے۔ لہذا وہ اپنے غلط نصب العین کے ساتھ دل و جان سے محبت نہیں کر سکتا بلکہ اس کے لیے ایک مخفی غیر شعوری نفرت جو بعد میں آشکارا اور باشعور ہو جاتی ہے اس کے دل کی گہرائیوں میں چھپی رہتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کی زندگی غیر مطمئن رہتی ہے اور وہ بہت جلد خوف، غم، پریشانی بلکہ بے طیریا۔ ذہنی مجاہدہ اور دوسرے اعصابی امراض میں گرفتار ہو جاتا ہے۔

سَنَلْقَىٰ فِي قُنُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرَّعْبَ بِمَا أَشْكُوا لِلَّهِ مَا لَهُمْ
يُنْزِلُ بِهِ سُلْطَانًا (آل عمران: ۱۵۱)

عنقریب ہم کافروں کے دلوں میں خوف پیدا کر دیں گے اس بنا پر کہ انہوں نے اس چیز کو خدا کا شریک ٹھہرایا جس کے لیے اس نے کوئی دلیل نازل نہیں کی تھی۔
وَمَنْ أَعْوَصَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُوهُ
يَوْمَ الْقِيَمَةِ أَعْنَى (طہ: ۱۲۴)

جس شخص نے میرے ذکر سے روگردانی کی اُسے ایک دشوار زندگی کا سامنا کرنا ہوگا اور ہم قیامت کے دن بھی اسے اندھا بنا کر اٹھائیں گے۔

وَمَنْ يَعِشْ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ لَقَدْ ضَلَّ سَبِيلًا فَهَوَاهُ
قَرِيبٌ ۝ (الزمر: ۳۶)

جو شخص خدا کے ذکر سے منہ موڑ لیتا ہے ہم اس پر ابک شیطان مقرر کر دیتے ہیں جو اس کا ساتھی بن جاتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ حسن سے محبت کرنے کے یہ دونوں طریقے (جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے) یعنی نصب العین کے حسن پر غور و فکر اور نصب العین کے حصول کے لیے عمل، ایک غلط نصب العین کی محبت کو بھی کچھ عرصہ کے لیے ترقی دیتے ہیں لیکن اس کی ترقی جلد ہی ایک مقام

پڑ پڑ جاتی ہے جس سے آگے نہیں جاسکتی بلکہ جہاں پہنچ کر یہ طریقے اس کی محبت میں اضافہ کرنے کی بجائے اس کے نقائص کو آشکار کرنے اور اس کی نفرت پیدا کرنے اور اسے ترقی دینے کا نتیجہ پیدا کرتے ہیں۔

ایک غلط نصب العین و دبا بد فرد اور قوم کی زندگی کے ایسے حالات پیدا کرتا ہے جو ناقابلِ برداشت ہوتے ہیں

(۳) ایک غلط نصب العین کے نازیبا اوصاف جو اس کو چاہنے والوں کی نظروں سے اوجھل ہونے کے باوجود ان کے اعمال کی نوعیت کو معین کرتے رہتے ہیں ان کی زندگی کے خارجی حالات کے آئینے میں آشکار ہو جاتے ہیں اس لیے ایک غلط نصب العین ایسے قومی اور بین الاقوامی حالات پیدا کرتا ہے جو انسانوں کے بڑے بڑے گروہوں کو مصیبت اور پستی میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ ایک غلط نصب العین دراصل ہر پہلو سے اوپر اور پرنا کام ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ زندگی کے خارجی حالات میں حسن کے ان اوصاف کو بھی آشکار نہیں کر سکتا جو اس کے چاہنے والے اس کی طرف شعوری طور پر اور دیدہ دانستہ منسوب کر رہے ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نصب العین کے وہ نقائص جو اس کی فطرت میں مضمحل ہوتے ہیں ان اوصاف کے ساتھ ٹکراتے ہیں اور ان کے کامیاب عملی خارجی اظہار کو ناممکن بنا دیتے ہیں۔

جنگ جوئی اور خون ریزی کا اصل سبب

(۴) صحیح اور سچا نصب العین صرف خدا ہے جو ایک ہے لیکن غلط اور جھوٹے نصب العین جو انسان کی فطرت سے مطابقت نہیں رکھتے لائقِ اعدا ہیں اور ان میں سے بہت سے بیک وقت ایک دوسرے کے پہلو پہ پہلو موجود ہو جاتے ہیں۔ چونکہ ان غلط نصب العینوں میں سے ہر ایک اپنا ایک ضابطہ اخلاق و عمل رکھتا ہے اور اپنے مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے غیر محدود قوت اور توسیع کا متمنی ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کا ضابطہ اخلاق و عمل پوری دنیا میں قبول

کر لیا جائے۔ لہذا ہر نصب العین جماعت دوسری تمام نصب العین جماعتوں کے خلاف برسرِ پیکار ہو جاتی ہے اور تمام نصب العین جماعتیں ایک غیر متناہی جنگ میں الجھ جاتی ہیں اور جوں جوں انسانوں کو بڑی تعداد میں ہلاک کرنے کے آلات قوت اور اثر میں ترقی کرتے جاتے ہیں نصب العینوں کی یہ غیر متناہی جنگ بھی زیادہ سے زیادہ انسانوں کی خون ریزی اور تباہی کا سبب بنتی جاتی ہے۔

جو قوم غلط نصب العین قائم ہوتی ہے اس کا آخر کار مرگ جانا ضروری ہوتا ہے

(۵) وہ قوم جو کسی غلط نصب العین کی محبت پر قائم ہو تا دیر زندہ نہیں رہ سکتی لیکن ہے کہ وہ کئی صدیوں تک زندہ رہے لیکن فطرت انسانی کے ناقابلِ تغیر قوانین کے عمل کی وجہ سے ضروری ہے کہ وہ آخر کار نیست و نابود ہو کر رہے۔

لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ ۖ إِذَا جَاءَ أَجْلُهُمْ فَلَا تَسْتَخْرِجُونَ سَاعَةً وَلَا تَسْتَقْدِمُونَ

(یونس: ۲۹)

ہر قوم کے لیے جو کسی غلط نصب العین کی پرستار ہو ایک مدتِ حیات ہوتی ہے جب ان کی موت ختم ہونے کا لمحہ آتا ہے تو وہ نہ اس کے پیچھے رہتے ہیں اور نہ آگے نکلتے ہیں۔

وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ ۖ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ ۖ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ (ابراہیم: ۲۶)

ایک ناپاک کلمے یعنی ایک ناپاک اعتقاد یا نصب العین کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک ناپاک درخت جسے زمین سے اکھاڑ کر پھینک دیا جاتا ہے اور اسے کوئی ثبات یا قرار نہیں ہوتا۔

مَثَلُ نَذِيرٍ ۖ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوتِ اتَّخَذَتْ بِعِصَابٍ ۚ وَهِيَ أَوْهَنُ الْبُيُوتِ لَبِيتُ الْعَنْكَبُوتِ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ (العنکبوت: ۴۱)

ان لوگوں کی مثال جو خدا کو چھوڑ اوروں کو یعنی اور نصب العینوں کو دوست بناتے ہیں ایک مچھڑی کی طرح ہے جو اپنے لیے گھر بناتی ہے اور یقیناً سب گھروں سے زیادہ کمزور گھر مچھڑی کا ہی گھر ہوتا ہے کاش کہ یہ لوگ جانتے۔

لہذا وہ ساری قربانیاں جو ایک غلط نصب العین کے پرستار اس کے لیے کرتے ہیں

رائیگاں جاتی ہیں وہ مجبور ہوتے ہیں کہ خود اپنے ہاتھوں سے عمارت کو ڈھائیں اور برباد کریں جسے وہ صدیوں کی محنت شاقہ کے بعد کھڑا کرنے کے قابل ہوئے کیونکہ انہوں نے نہیں دیکھا تھا کہ اس عمارت کی دیواریں ٹیڑھی ہیں اور وہ ان کے ذوق حسن کو مطمئن نہیں کر سکے گی اور ان کے کسی کام نہیں آسکے گی۔ ان کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک بڑھیا جو بڑی محنت اور بڑے شوق سے سوت کا تھی ہے اور پھر جب کات لیتی ہے تو اپنے ہی ہاتھوں سے اُسے لوچ کر کھڑے ٹکڑے کر دیتی ہے۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِي تَفْضَحَتْ عَظْمًا مِّنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَارًا (اغل: ۹۲)

اس عورت کی طرح نہ بنو جو اپنے سوت کو مضبوطی سے کاٹنے کے بعد کھول کر کھڑے ٹکڑے کر دیتی ہے۔

یہ لوگ جب تک اپنے غلط نصب العین کی خدمت میں قربانیاں پیش کر رہے ہوتے ہیں تو کسی کی پند و نصیحت سننے کے لیے تیار نہیں ہوتے کیونکہ ان کو یقین ہوتا ہے کہ جو کچھ وہ کر رہے ہیں بالکل درست ہے لیکن درحقیقت وہ اپنی زندگی کو ضائع کر رہے ہوتے ہیں۔

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ۚ الَّذِينَ ضَلَّ سَعِيَّهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ۚ

(الکھف: ۱۰۳-۱۰۴)

کہیے کیا میں تم کو ان لوگوں کا حال بتاؤں جن کے اعمال سب سے زیادہ نقصان رساں ہیں یہ لوگ وہ ہیں جن کی تلگ و دو اس دنیا کی زندگی کے لیے صرف ہو کر رہ گئی ہے اور اس کے باوجود وہ سمجھتے ہیں کہ وہ نہایت اچھے کام کر رہے ہیں۔

وہ اپنے نصب العین سے مخلصانہ اور والہانہ محبت کرتے ہیں لیکن اس کا انجام فقط یہ ہوتا ہے کہ وہ نصب العین انہیں فریب دے کر چھوڑ جاتا ہے اور ان کو اپنی غلط محبت کی قیمت اپنی جان سے ادا کرنی پڑتی ہے اور اس کے عوض میں وہ فقط تباہی اور بربادی کو مول لیتے ہیں۔ قرآن حکیم بار بار ایسی قوموں کا ذکر کرتا ہے جن کو دنیا سے اس لیے رخصت ہونا پڑا کہ وہ خدا کو چھوڑ کر غلط نصب العینوں سے محبت کرتے تھے۔

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ
قَبْلُ كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُشْرِكِينَ ۝ (الرّوم: ۴۲)

کہیے زمین پر چلو پھرو اور دیکھو کہ ان لوگوں کا انجام کیا ہوا ہے جو ان سے پہلے گزر چکے
ہیں اور جو خدا سے شرک کیا کرتے تھے۔

الْمَرْيُوكُمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قَرْنٍ مَكُونٍ فِي
الْأَرْضِ مَا لَمْ نَمُكِّنْ لَكُمْ وَأَرْسَلْنَا السَّمَاءَ عَلَيْهِمْ مِدْرَارًا
وَجَعَلْنَا الْأَنْهَارَ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمْ فَأَهْلَكْنَا هُم بِذُنُوبِهِمْ
وَأَلْهَيْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قُرُونًا آخَرِينَ ۝ (الانعام: ۶)

کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی نسلوں کو ہلاک کر دیا ہے جن کو ہم نے
زمین پر اس طرح سے ٹھکانا کیا تھا کہ تم کو بھی ولیا نہیں کیا اور ہم نے ان پر آسمان سے سوسلا
دھاریاں برسائیں اور دریاؤں کو ان کے قدموں پر جاری کیا پس ہم نے ان کو ان کے
گناہوں کی پاداش میں ہلاک کر دیا اور ان کے بعد اور نسلوں کو پیدا کر دیا۔

غلط نصب العین پر قائم ہونے والی ریاست میں سچی آزادی ممکن نہیں

(۶) ایک ایسی ریاست جو کسی غلط نصب العین پر مبنی ہو فرد کو سچی آزادی نہیں دے سکتی۔ ایسی
ریاست میں فرد ظاہری طور پر آزاد ہوتا ہے لیکن دراصل وہ ریاست کے غلط نصب العین کا غلام
ہوتا ہے۔ اگرچہ اس میں شک نہیں کہ اپنی غلط تعلیم کی وجہ سے وہ اپنے غلط نصب العین کو پسند
کرنے لگ جاتا ہے اور اپنی غلامی کو آزادی سمجھ کر اس سے پوری طرح رضامند ہو جاتا ہے
اسے علوم ہی نہیں ہوتا کہ وہ ایک ایسے نصب العین کا غلام بن گیا ہے جو اس کی فطرت سے
مطابقت نہیں رکھتا اور اسے اپنے غیر فطری اور غلط ضابطہ اخلاق کی پیروی پر مجبور کر رہا ہے۔
اگر آزادی کا کوئی مطلب ہو سکتا ہے تو وہ سوائے اس کے کوئی اور نہیں ہو سکتا کہ کوئی
انسان اپنی اس آرزو کو مطمئن کرنے کے لیے مکمل اور مستقل طور پر آزاد ہے جو آخر کار اس کی فطرت
کی صرف ایک ہی آرزو ہے اور یہ آرزو خدا کی آرزو ہے۔ ان بیرونی قوتوں میں جو اس آزادی